بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست

خورشید احمد

تحریک اسلامی انبیاے کرام علیہم السلام کے شہادت حق کے جس مشن کی امین اور علم بردار ہے اس کا پہلا اور آخری ہدف اللہ کے بندوں کو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے اس کی بندگی کی زندگی کی طرف دعوت دینا ہے۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام' رہنمائی اور طریقے پر کاربند ہو کر اور اللہ کی زمین پر اللہ کی مرضی اور اس کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کے ذریعے دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ تحریک اسلامی یہ عظیم خدمت بالکل انھی مقاصد کے لیے' اسی طریقہ کار کے مطابق اور انھی جذبات اور احساسات کے ساتھ انجام دینا چاہتی ہے جن کی تعلیم اور نمونہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فراہم کیا--- یہی وہ چراغ نور ہے جس سے ہر داعی اور دعوت کے علم بردار کو سارے جہاں کو مستفیض کرنا ہے۔ یہ سلسلہ ان شا اللہ اس وقت تک جاری و ساری رہے گا جب تک زمین پر کوئی متنفس موجود ہے۔

تحریک اسلامی نے جہاد زندگی کی جو شاہراہ اختیار کی ہے اس میں جن چیزوں کو مرکزی اہمیت حاصل ہے وہ دعوت' ایمان اور اخلاق کا احیا و استحکام' فرد اور معاشرے کا تزکیہ و تربیت' حق و باطل کی کش مکش میں حق کے غلبے کے لیے منظم سعی و جہد' اور اللہ کے دین کی اقامت اور غلبے کے لیے ایسا انقلاب قیادت ہے جس کے نتیجے میں انسانی زندگی اور تہذیب و تمدن کی زمام کار فساق و فجار کے ہاتھوں سے اللہ کے مطیع و فرماں بردار اصحاب سیرت و خدمت کی طرف منتقل کی جا سکے تاکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا کاروبار اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق چلایا جا سکے اور انسان مکمل طور پر عباد الرحمٰن بن سکیں۔ اس جدوجہد کی روح اور اس کی کامیابی کے حقیقی عوامل' اللہ سے بے پناہ محبت اور اس کی رضا طلبی اور بندگی کا شوق' انسانوں سے گہری ہمدردی اور انھیں دنیا اور آخرت کے عذاب اور خسران سے

بچانے کی لگن، خود اپنی سیرت و اخلاق کی ہر لحہ فکر اور اللہ کے بندوں اور بندیوں تک دین کے پیغام اور احکام کو پہنچانے اور ان پر کاربند ہونے اور کرنے کی جدوجہد ہے۔

یہ کام بہ یک وقت تین میدانوں میں جدوجہد سے عبارت ہے، یعنی:

اول: اللہ سے تعلق، اس کی یاد سے دل کو ہر لحظہ معمور رکھنا، اس کے احکام اور ہدایات سے واقفیت اور ان کی اطاعت و پیروی کا شوق و ذوق اس کی ناراضی کا خوف، اس کی خوشنودی کی طمع اور اس سے قریب تر ہونے کی کوشش تاآنکہ وہ کیفیت پیدا ہو جائے جسے اس ایک حدیث قدسی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ (رب کے راستے پر) گامزن ہوتا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کارآفریں، کارکشا، کارساز

دوم: ہر لمحے اپنے ایمان، اپنے اخلاق، اپنے رویوں، اپنے اعمال کی فکر کہ اللہ کی محبت اور اس کے بتائے ہوئے راستے کی خلاف ورزی ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ کی رضا کے حصول اور اس کے دین کی اقامت کی جدوجہد ہو ہی اس وقت سکتی ہے جب صرف دل ہی اس نور سے منور نہ ہوں بلکہ داعی کی زندگی بھی اس دعوت اور پیغام کی شہادت دے رہی ہو اور اس کا عمل خود اس کے قول کی تردید اور تکذیب نہ کر رہا ہو۔ برف اسی وقت دوسروں کو ٹھنڈک پہنچا سکتی ہے جب خود مجسم برودت ہو اور آگ سے گرمی اسی وقت پہنچ سکتی ہے جب وہ خود جل رہی ہو اور شعلہ فشاں ہو۔

سوم: اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ زندگی کے پورے نظام کی اصلاح اور تبدیلی کی جدوجہد اس دعوت کا لازمی حصہ ہے۔ اس کا مقصود صرف فرد کی اصلاح ہی نہیں تمام انسانوں کی اصلاح اور اللہ کی ساری زمین پر اللہ کے دین کو مخاطب کرنے کی سعی ہے۔ فطری طور پر اس کا آغاز گھر اور خاندان سے ہوتا ہے۔ محلّہ، بازار، مدرسہ اور معاشرہ اس کا اولیں ہدف ہیں، انھی کا تسلسل ہے اجتماعی زندگی اور اس کے تمام ادارے اور کارفرما قوتوں کو اللہ کا مطیع بنانا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کرنے والی ہر قوت سے نبرد آزما ہونا، اور زندگی کے چلن کو اللہ کے دین کے رنگ میں رنگنے کی منظم اور اجتماعی جدوجہد، تاآنکہ کافروں کا بول نیچا ہو اور اللہ کا کلمہ غالب اور سربلند ہو، اللہ زبردست دانا و بینا ہے۔ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ (التوبہ ۹: ۴۰) اور اس کے لیے ضروری ہے: انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (التوبہ ۹: ۴۱) "نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، (یعنی بے سروسامان ہو یا وسائل سے آراستہ) اور جہاد

کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

پہلے نبی اور رسول سے لے کر آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ کے ان تمام برگزیدہ بندوں کا مشن ایک ہی تھا یعنی اللہ کے دین کی دعوت اور اس کی اقامت!

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشورٰی ۴۲: ۱۳)

اس نے تمھارے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جسے (اے محمدؐ) اب تمھاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (المائدہ ۵: ۶۷-۶۸)

اے پیغمبرؐ، جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمھارے مقابلے میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔ صاف کہہ دو کہ "اے اہل کتاب، تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ تورات اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں"۔

اللہ نے اس دعوت کے سلسلے میں اپنے انبیا کرام علیہم السلام پر جو ذمہ داری ڈالی، وہی ذمہ داری امت مسلمہ پر ڈالی گئی ہے تاکہ یہ کار نبوت تا ابد جاری و ساری رہے۔ اور اوپر پیغمبری کا حق ادا نہ کرنے کی جو تنبیہ خود اللہ نے اپنے رسولؐ کو دی ہے، دراصل اس کے مخاطب وہ سب ہیں جو آپؐ کے کلمہ گو ہیں اور اس ذمہ داری کے امین۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ ۲: ۱۴۳)

اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر (حق کے) گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔

یہی وہ شرف ہے جس نے اس امت کو "امت وسط" بنایا اور یہی وہ ذمہ داری جس کی بنا پر اسے "خیر امت" قرار دیا گیا۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

(ال عمرٰن ۳: ۱۱۰)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو' بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

امت مسلمہ کو بحیثیت امت یہ کام انجام دینا ہے اور اگر امت غافل ہو تو اس میں سے ایک گروہ کو تاقیامت یہ ذمہ داری ادا کرنی ہے۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ (ال عمرٰن ۳: ۱۰۴-۱۰۵)

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہییں جو نیکی کی طرف بلائیں' بھلائی کا حکم دیں' اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلاف میں مبتلا ہوئے۔ جنھوں نے یہ روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے۔

قرآن نے فلاح اور عذاب دونوں کے راستے صاف کھول کر بیان کر دیے ہیں۔ اب یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ کون سے راستے کو اختیار کریں۔ الحمدللہ تحریک اسلامی نے اس دور میں امت کے سامنے ایک بار پھر دعوت اور فلاح کی کشادہ اور روشن شاہراہ کی نشان دہی کر دی ہے۔ اس راہ پر پیش قدمی کے لیے ان تینوں پہلوؤں یعنی رب سے تعلق' تعمیر سیرت اور دعوت انقلاب کو بہ یک وقت اور ہر لحظہ ساتھ ساتھ انجام دینا ہے۔ تینوں کا یکساں اور مربوط اہتمام ہی اس راستہ کی انفرادیت اور امتیازی شان ہے۔ یہی اس کی طاقت' صحت اور توانائی کا ضامن ہے اور یہی آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کا راستہ ہے۔ یہی اس امت کا مشن ہے' یہی اس کا مسلک ہے اور یہی اس کی ترقی کا زینہ!

تحریک اسلامی کے دعوتی' تربیتی اور انقلابی پروگرام میں اجتماع عام کو ایک کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ جس طرح بیعت عقبیٰ اولیٰ اور ثانی کے اجتماعات اولین تحریک اسلامی کے لیے ہجرت' جہاد' ریاست مدینہ' فتح مکہ اور غلبہ دین کے اولین سنگ میل بنے اور حجتہ الوداع اسلام کے عالمی قوت بننے کا مظہر' اسی طرح ہر دور میں تحریکی اجتماعات جہاں جدوجہد کا آئینہ اور پیمانہ بنے وہیں اس تحریک کے کارکنوں کے درمیان افہام و تفہیم' تذکیر و تجدید' شوریٰ اور احتساب' اجتماعی سوچ بچار اور منصوبہ بندی اور نئے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے

کے لیے نئے عہد و پیمان اور منصوبہ بندی کا ذریعہ بنے۔

برعظیم پاک و ہند میں ۲۵ اور ۲۶ اگست ۱۹۴۱ کو لاہور شہر کے قلب میں ۷۵ نیک نفس دین کے پروانوں نے دعوت اسلامی کی جو شمع روشن کی، آج اس کی روشنی سے پورے برعظیم ہی میں نہیں، چاردانگ عالم میں نور کی کرنیں ضوفشاں ہیں۔ عزم تو یہی تھا کہ ہر سال ایسے ہی اجتماعات عام کا اہتمام کیا جائے گا جو دعوت کے استحکام اور فروغ کے لیے، منبع اور مرجع کا کام انجام دیں گے۔ جس طرح پوری امت حج کی عظیم عبادت اور عالم گیر اجتماع سے ہر سال نئی قوت، نیا خون اور نیا جذبہ حاصل کرتی ہے، اسی طرح بلاتمثیل، دعوت اسلامی کے علم بردار، اپنے ان اجتماعات کے ذریعے روح، فکر، صف بندی اور اجتماعی جدوجہد کے لیے نئی غذا اور قوت حاصل کریں گے۔ لیکن بوجوہ اجتماعات کا انعقاد ہر سال ممکن نہ ہو سکا۔ پھر بھی تحریک اسلامی نے اپنے اہم اور کلیدی پروگرام کے طور پر وقتاً فوقتاً اجتماعات عام کا اہتمام کیا ہے۔ اس سال یہ اجتماع اسلام آباد کی فیصل مسجد کے دامن میں تین سال کے بعد منعقد ہوا، اور یہ ایسا موقع تھا جب صرف پاکستان ہی نہیں، پوری ملت اسلامیہ کی تاریخ کے ایک نازک مرحلے سے دوچار ہے، جب بیسویں صدی اپنے اختتام کی گھڑیاں گن رہی ہے اور دنیا اکیسویں صدی کی طرف بڑھ رہی ہے۔

آج پاکستان، ملت اسلامیہ اور پوری دنیا شدید ترین بحرانوں کے گرداب میں ہے۔ فکری انتشار اپنی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ وقت کے غالب نظریات ناکام ہو چکے ہیں اور سارے جھوٹے خدا سرنگوں ہیں۔ معاشی ظلم اور افراتفری کا دور دورہ ہے۔ سیاسی دروبست درہم برہم ہے۔ دنیا ایک نئے نظام کی تلاش میں سرگرداں ہے جبکہ مسلمان بحیثیت مجموعی غافل اور دوسروں کے دست نگر ہیں اور اپنی تمام تر عددی قوت اور معاشی وسائل کے باوجود بے وزن اور غیر موثر ہو کر رہ گئے ہیں۔ فلسطین ہو یا کشمیر، بوسنیا ہو یا کوسووو، شیشان ہو یا تاجکستان، افریقہ ہو یا ایشیا، یورپ ہو یا امریکہ--- مسلمان اپنوں کی بے وفائی اور غیروں کی چیرہ دستی کا شکار ہیں۔ صرف اسلامی تحریکیں ہی ملت کو اس دوہرے استبداد کے چنگل سے آزاد کرانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

ان حالات میں اسلام آباد کا اجتماع غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا۔ اس میں ملک کے گوشے گوشے سے شمع حق کے متوالوں نے شرکت کی۔ ان کے ساتھ عالمی اسلامی تحریکوں کے قائدین، امت کی وحدت اور اسلام کے بنیان مرصوص بنانے والے جذبہ کی علامت کے طور پر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے۔ اس اجتماع کا انعقاد خود ایک بہت بڑی سعادت اور مستقبل کے لیے بیش بہا برکتوں کا پیامبر ہے۔

جماعت اسلامی کے یہ اجتماعات سیر و تفریح کا میلہ یا شان و شوکت کے اظہار کا ذریعہ نہیں ہوتے۔ اس کا مقصد خالص روحانی اور دعوتی ہے۔ یہ اللہ کی رضا کے حصول کی ایک اجتماعی کوشش اور اس کے راستے میں سفر

کرنے اور مشقتیں جھیلنے، قربانی دینے اور سعی و جہد کرنے کا تجربہ ہیں۔ یہ تحریک کے کارکنوں کے لیے ایک تربیت گاہ اور عامتہ الناس کے لیے تحریک کو سمجھنے کا ایک نادر موقع ہیں۔ اجتماع عام کے مقاصد یہ ہیں:

۱- انسانی وسائل کی جو قوت تحریک کو حاصل ہے وہ امیر کی پکار پر ایک مرکز پر جمع ہو جائے اور وقت اور مال کی قربانی دے کر اپنے مرکز اور محور سے جڑ کر اسے مزید مضبوط کرنے کا اہتمام کرے۔ اجتماع کے آئینے میں ہم اپنے کام اور کارکردگی کی حقیقی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک مقیاس اور پیمانہ ہے جس سے آپ اپنی قوت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، اپنے وسائل اور اپنی کمزوریوں کا جائزہ لے سکتے ہیں اور حقیقت پسندی کے ساتھ اپنے مستقبل کے کاموں کی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔

۲- اجتماع تحریک سے متعلق افراد کو باہم ملنے، ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے، ان کی صلاحیتوں اور عزائم کا ادراک کرنے اور وقت کے مسائل کے بارے میں مشورے اور تبادلہ خیال کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ ایک بڑا قیمتی موقع ہوتا ہے جو زندگی میں بار بار نہیں آتا اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے پر ہی اجتماع کی کامیابی کا انحصار ہے۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنے اور معمولات سے ہٹ کر ایک قسم کی درویشی کے عالم میں ساتھ رہنے کا تجربہ ہے۔ اس میں ایک دوسرے کے لیے ایثار اور اپنی ضرورت پر اپنے بھائی بہن کی ضرورت کو فوقیت دینے کے زریں مواقع آتے ہیں اور تزکیے اور تربیت کا بہترین سامان فراہم کرتے ہیں۔ یہ محض دنیوی یا تجارتی سفر نہیں، بلکہ امیر کی پکار پر دعوت اسلامی کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے گھربار چھوڑ کر چند دن کی خانہ بدوشی اور سنیاس تجربہ ہے لیکن ایسی خانہ بدوشی جو زندگی کی تاریکیوں کو روشنی میں بدلنے کی تربیت دیتی ہے اور جس کے نتیجے میں وقت، آرام اور سہولتوں کی قربانی دے کر مقصد حیات کی خدمت، جذبہ اور لذت حاصل ہوتے ہیں۔ اس کیفیت سے آپ جتنے شاد کام ہوں، تو اتنا ہی یہ سفر کامیاب ہے۔ اگر اس سے آپ کا دامن خالی رہے تو پھر اجتماع کا یہ "سلوک" بھی ثمر آور نہ ہو سکا!

۳- اجتماع کا ایک مقصد اپنے مشن، دعوت اور لائحہ عمل کا بہتر شعور حاصل کرنا، تحریک کے کارکنوں میں فکری اور عملی یکسوئی پیدا کرنا، ذہنی الجھنوں اور عملی مشکلات کے بارے میں رہنمائی پانا اور مستقبل کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نئی فکری، اخلاقی اور روحانی غذا حاصل کرنا، ساتھیوں کے درمیان نئے عہد و پیمان استوار کرنا اور انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے لیے بہتر منصوبہ بندی کا اہتمام کرنا ہے۔ اس موقع پر شوریٰ، اجتماع ارکان، کارکنوں کے خصوصی کنونشن اور اجتماع عام سب کا اہتمام ہوتا ہے، اور ان میں سے ہر ایک تحریک کے شورائی اور اجتماعی نظام کو موثر بنانے میں اپنا اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

۴- اجتماع تحریک کی دعوت اور اس کے پیغام کو قوم اور اس کے مختلف طبقات کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس کا ایک عملی نمونہ چند دن کے لیے زمین پر استوار کر دیتا ہے۔ جس طرح ایک تاجر اپنے مال کو

بازار میں سجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، بالکل اسی طرح یہ اجتماع وہ موقع ہے جب تحریک اپنی تمام متاع کو قوم کے سامنے رکھ دیتی ہے تاکہ وہ جان سکے کہ یہ کیا کام انجام دے رہی ہے اور قوم اور انسانیت کو کس راستے کی طرف بلا رہی ہے۔ یہ اجتماع صرف ہمارے داخلی نظام ہی کی اصلاح اور استحکام کا ذریعہ نہیں، اس کے ذریعے ہم پوری جماعت کو ایک کھلی کتاب کی طرح پوری قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اسے دعوت دیتے ہیں کہ آئے اور ہمیں سمجھنے کی کوشش کرے۔ ہمارے بارے میں صرف سنی سنائی باتوں پر انحصار نہ کرے بلکہ ہماری بات کو ہماری ہی زبان سے سنے، ہمارے عمل سے جانچے، ہمارے اداروں اور کاموں سے واقفیت حاصل کرے، ہمارے درمیان اٹھ بیٹھ کر، کھا پی کر، عبادتوں میں شریک ہو کر، بحث و گفتگو میں حصہ لے کر ہمیں دیکھے اور سمجھے--- اگر ہم میں کچھ خامیاں دیکھے تو ہماری اصلاح کی کوشش کرے اور اگر ہماری دعوت اور ہمارے انداز کار کو خیر پر مبنی اور ملک و ملت کے لیے نجات کا راستہ پائے تو پھر محض خاموش تماشائی نہ بنے بلکہ رزم حق و باطل میں ہمارا ساتھ دے تاکہ ہم سب مل کر اپنے دین و ایمان کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

یہ ہیں ہمارے اجتماعات کے مقاصد اور اہداف۔ ان کا تعلق محض اجتماع کے تین دنوں سے نہیں بلکہ اجتماع سے پہلے کی تیاری اور اجتماع کے دوران حصول مقاصد کی سعی سے لے کر اجتماع کے بعد اس کے اثرات کو سمیٹنے اور اگلے اجتماع تک اس جدوجہد کو جاری رکھنے سے ہے۔ یہی وہ پیمانہ ہے جس کے ذریعے اجتماع کی کامیابی یا اس کی برکتوں سے محرومی کو جانچا جائے گا۔

عالمی سطح پر اسلامی تحریکیں ایک بڑے نازک، صبر آزما لیکن فیصلہ کن دور سے گزر رہی ہیں۔ مغربی استعمار اپنی آخری ہچکیاں لے رہا ہے لیکن خود دم توڑتے ہوئے بھی دوسروں کا گلا دبانے اور خون چوسنے کا عمل پورے شد و مد سے جاری ہے۔ اشتراکیت کا قصر شاہی زمین بوس ہو چکا ہے۔ روس، جو کل تک ایک عظیم طاقت اور عالمی غلبے کا دعوے دار تھا، آج سیاسی انتشار، اخلاقی خلفشار اور سماجی انارکی کی تصویر بن گیا ہے، معاشی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے۔ روبل جس کی کبھی شان یہ تھی کہ ایک روبل کے لیے ڈھائی اور تین ڈالر صرف کرنے پڑتے تھے آج ایک ڈالر کے دو ہزار ہیں اور پتا نہیں کہ اگلے لمحے یہ سلسلہ کن پستیوں تک پہنچے گا۔ ایک وقت تھا کہ خروشیف اقوام متحدہ میں جوتا دکھا رہا تھا اور بریزنیف غرور سے اعلان کر رہا تھا کہ جس ملک پر ایک بار اشتراکیت کا جھنڈا لہرا جائے پھر وہ کبھی سرنگوں نہیں ہوتا۔ اور آج عالم یہ ہے کہ وہی روس، امریکہ، جرمنی اور آئی ایم ایف ہی نہیں، ایک ایک سرمایہ دار کے آگے کشکول گدائی لیے پھر رہا ہے۔ اب اس کی سطوت کا یہ حال ہے کہ اس کا صدر سہارے کے بغیر دو قدم چلنے کی سکت نہیں

رکھتا۔ امریکہ جو دیوار برلن کے منہدم ہونے پر عالمی سرمایہ داری اور لبرل جمہوریت کی آخری اور ناقابل تسخیر فتح کے شادیانے بجا رہا تھا آج پھر کساد بازاری کی گرفت میں ہے۔ جرمنی اور یورپ میں بے روزگاری آسمان کو چھو رہی ہے۔ بڑے بڑے بنک معرض خطر میں ہیں۔ حصص کی منڈیاں عدم استحکام کا شکار ہیں۔ ڈالر' ڈش مارک اور ین بے وزن ہو رہے ہیں۔ سیاسی اور معاشی ہر میدان میں کھچاؤ اور اضطراب ہے اور ایک بار پھر تیسرے راستے کی تلاش کی باتیں ہو رہی ہیں۔ بیمار روس کا بیمار صدر اگر سیاسی اور معاشی دیوالیہ پن کی علامت ہے تو امریکہ کا صدر بھی اخلاقی دیوالیہ پن کی تصویر بن چکا ہے اور صاف نظر آ رہا ہے کہ "وہ عالم پیر مر رہا ہے"۔

جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

البتہ فرسودہ ظالمانہ نظام کے پجاری اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کوئی "عالم نو" پیدا نہ ہو سکے اور اس سلسلے میں ان کا اصل ہدف اسلامی احیا کا راستہ روکنا اور اسلام اور مسلم امت کو انسانیت کے لیے نئے خطرے کی حیثیت سے پیش کرنا ہے۔ میڈیا کی ساری قوت اس جھوٹ کو پھیلانے اور اسے قبول عام کا مقام دینے کے لیے وقف ہے۔ سیاسی قیادتیں اسلامی تحریکوں اور ان کی قیادتوں کو نشانہ ستم بنائے ہوئے ہیں۔ خود مسلم ممالک کے حکمران اور ان کے معاون سول اور فوجی عناصر نئے نظام کے داعیوں کو ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں اور اس تاریخی حقیقت کو بھولے ہوئے ہیں کہ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے' اور اسے جتنا دبایا جائے' یہ اتنا ہی پھر ابھرتا ہے۔

گذشتہ پچاس ساٹھ برس میں دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں ان تحریکوں نے جو خدمات انجام دی ہیں اور جو شمعیں جلائی ہیں' باد سموم کے یہ جھونکے ان کی روشنی کو ختم نہیں کر سکتے۔ اللہ کا قانون ہے کہ "بڑھتا ہے ذوقِ جرم یاں ہر سزا کے بعد"۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ؎

جیسے جیسے اہلِ حق پر شدّتیں بڑھتی گئیں
ایسے ایسے روشنی بام و در بڑھتی گئی

موجودہ عالمی بحران کے دھندلکے میں صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ اسلام اور تحریک اسلامی ہی انسانیت کی اصل امید اور روشن مستقبل کی پیامبر ہیں۔

پاکستان کے حالات بھی ایک بڑی تبدیلی کی ضرورت کو نمایاں کر رہے ہیں۔ چودہ کروڑ انسانوں کا یہ ملک جو اللہ کے فضل خاص سے آج ایک ایٹمی طاقت بھی ہے' سیکولر نظاموں اور قیادتوں کے تمام تر تجربات کرنے کے بعد اس مقام پر آ گیا ہے جسے ایک فیصلہ کن موڑ کہا جا سکتا ہے۔ ایک طرف اسلام کی شاہراہ اور

ایک نئی خدا ترس، دیانت دار، عوام دوست اور باصلاحیت قیادت کی ضرورت ہے جو اب تک کی مقتدر قوتوں کی حاشیہ نشین نہ ہو اور قوم کی زندگی میں ایک باب نو شروع کر سکے اور دوسری طرف یہ پرانے نظام کے مجاور ہیں جو اپنے پیٹ کی دوزخ بھرنے، ملک کی عزت و عصمت کو بیچ کھانے اور برعظیم کے مسلمانوں کی اس قیمتی متاع کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے درپے ہیں۔ اب کوئی تیسرا راستہ ممکن نہیں۔ ایک طرف تباہی اور ملک کا خدانخواستہ تتر بتر ہونا اور آخر کار آزادی ہی سے محروم ہو جانا ہے تو دوسری طرف ظالمانہ نظام اور اس کے محافظوں سے نجات کے لیے ایک فیصلہ کن جنگ--- اب آزادی کے تحفظ، دین و ایمان کی حفاظت، عزت و آبرو کی بازیافت اور مسائل کے دلدل سے نکلنے اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اکتوبر ۱۹۹۸ کا اسلام آباد میں منعقد ہونے والا اجتماع عام اس جدوجہد کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۸-۲۹ ستمبر ۱۹۹۸ کی کلیدی قرارداد میں دعوت کا بے لاگ جائزہ اور موجودہ حکومت کی مایوس کن کارکردگی کا کچا چٹھا پیش کر کے جس لائحہ عمل کا اعلان کیا ہے وہ نہ صرف وقت کی پکار ہے بلکہ اس ملک کو درپیش پیہم بحرانوں سے نکلنے کا واحد راستہ ہے۔ قرارداد کا یہ پیغام اجتماع کے منشور اور قوم کے لیے زندگی اور ترقی کا پروانہ ہے۔

> جماعت اسلامی پاکستان کی نگاہ میں آج نجات کی راہ شریعت کا عملی نفاذ، سامراجی دور سے ورثہ میں پائے جانے والے نظام کی تبدیلی اور انقلاب قیادت ہے۔ اس کے لیے ہمارا ہدف عوام کی بیداری، ان کو ان کے حقوق کے حصول اور اپنے دین، ثقافت اور اقدار کے تحفظ کی جدوجہد کے لیے منظم اور متحرک کرنا، سامراجی اور مفاد پرست طبقاتی نظام کو ختم کرنے کی ملک گیر تحریک اور نظام انتخاب میں ایسی تبدیلیاں اور اصلاحات کا نفاذ ہے جن کے ذریعے عوام کی حقیقی اور دیانت دار قیادت کو برسراقتدار لانے کا موقع مل سکے۔ آج ملک کو عدل و انصاف، امن و امان اور خوش حالی سے ہمکنار کرنے اور ان کی آزادی، عزت اور تہذیب و ثقافت کی حفاظت کے لیے جس اسلامی انقلاب کی ضرورت ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ اصل ہدف موجودہ ظالمانہ نظام کی تبدیلی اور ایک دیانت دار، پرعزم اور باصلاحیت قیادت کو بروئے کار لانا ہے۔ ضرورت ایک ایسی قیادت کی ہے جو خود شریعت کی پابند ہو، اسلام پر عمل پیرا ہو اور حکمرانی نہیں خدمت کا جذبہ رکھتی ہو، جس کا دامن بدعنوانی اور کرپشن سے پاک ہو اور جو اپنے وسائل کے اندر رہ کر زندگی گزارنے کے راز سے واقف ہوں، جو جذبہ قربانی و جہاد سے سرشار ہو، جو امریکہ اور بھارت کے ایجنڈے پر عمل درآمد کی بجائے پاکستان کے نظریے اور اس کے عوام کے مفاد کے حصول کے لیے قربانی اور ایثار کر سکتی ہو۔ قوم جب تک مفاد پرست، آزمائے ہوئے اور قوم کی امانتوں میں خیانت کرنے والی قیادت کو ہٹا کر ایسی

قیادت نہیں لاتی جو ظلم اور مفاد پرستی کے نظام کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، اس وقت تک ملک و ملت بحرانوں کے اس طوفان اور ذلت اور تباہی کے اس غار سے نہیں نکل سکتی۔ لہٰذا مجلس شوریٰ قوم کو اس انقلابی اور تعمیری پروگرام کی طرف بلاتی ہے جس کے نتیجہ میں نظام اور قیادت دونوں تبدیل ہو سکیں، یہ ملک شریعتوں کی برکتوں سے مستفید ہو سکے اور پاکستان اپنی اصل منزل کی طرف گامزن ہو سکے۔

ہم اس اجتماع عام کی کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں تحریک، اس کے کارکن اور قیادت اور ان شاء اللہ پوری قوم اور خصوصیت سے اس کے تمام سوچنے سمجھنے والے عناصر کے درمیان یکسوئی پیدا ہو گی اور سب ایک نئے عزم اور امید کے ساتھ اپنے ملک کو اسلام کی شاہراہ پر قائم و مستحکم کرنے کی جدوجہد میں نئے انہماک اور جذبہ خدمت و جہاد سے سرگرم ہوں گے۔ آج ملک و ملت جن حالات میں گھرے ہوئے ہیں اور جو خطرات سروں پر منڈلا رہے ہیں، ان میں غفلت اور کاہلی سم قاتل ہیں۔ حالات کا مقابلہ صرف جدوجہد اور پیہم جدوجہد ہی سے ہو سکتا ہے۔

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اس کا ہے

آج وقت کا تقاضا ہے کہ تحریک اسلامی کے کارکن خود ہی متحرک نہ ہوں بلکہ پوری قوم کو متحرک کریں۔ یہ وقت گھروں میں بیٹھنے کا نہیں، باہر نکل کر اپنی دعوت اور اپنا پیغام گھر گھر پہنچانے اور ایک ایک فرد کو اپنا ہم نوا بنا کر جدوجہد میں شریک کرنے کا ہے۔ اس کے لیے تیاری کریں، لوگوں سے ملیں، ان کو مطمئن کریں اور اپنے ساتھ ملا کر پاکستان کو بچانے اور حقیقی معنی میں ایک اسلامی معاشرہ اور ریاست بنانے کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں۔ ذاتی ملاقاتوں سے لے کر اجتماعی پروگراموں تک یہی مرکزی روح (theme) ہونا چاہیے۔ میڈیا اور بااثر طبقات کو خصوصی توجہ کا مرکز بنانے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری آواز قوم کی آواز بن جائے۔ اپنی تنظیم کو بھی مضبوط کریں لیکن وقت کی اصل ضرورت دعوتی اور سیاسی کام کی ہے۔ یونین کونسل کی سطح پر تنظیم سازی کی فکر ہونی چاہیے جو تحریک کی ممبر سازی کا اصل ہدف ہے۔ ایسا تنظیمی ڈھانچا بنائیے اور ایسی سرگرمیوں کو اپنا محور بنائیے کہ لوگ متحرک ہو سکیں۔ قرآن کی تعلیم، خود انحصاری کی بنیاد پر مسائل کے حل کی کوشش، محلے اور علاقے کو ظلم، جرم اور بداخلاقی سے پاک کرنا، علاقے میں تعلیم اور ہنر سکھانے کے اداروں کا قیام جیسی سرگرمیوں کو فروغ دیں۔ ان سب کے ساتھ سیاسی تبدیلی اور زمام کار صحیح ہاتھوں میں پہنچانے کی جدوجہد میں لوگوں کو شریک کر کے اصلاح و انقلاب کی ایک قوت بن کر، ملک کو

ظالموں کے چنگل سے نکال کر اس کے صحیح خادموں کی امان میں دینا وقت کی ضرورت اور تحریک کا ہدف ہے۔ اس کام کو انجام دینے کے لیے سب سے زیادہ اللہ سے تعلق کو جوڑنے اور خود اپنے نفس کا مسلسل احتساب کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم یہ سارا کام کسی دنیوی مفاد کی خاطر نہیں کر رہے۔ ہمارے سامنے صرف اللہ کی رضا اور اللہ کے بندوں کو ظلم اور عصیان کے تسلط سے نجات دلا کر، اللہ کی بندگی اور اللہ کے بندوں کی خدمت پر قائم نظام کی آغوش میں لانا ہے۔ یہ ساری جدوجہد اخلاقی اصولوں کی مکمل پاس داری، انسانوں کی ہمدردی، حق و انصاف اور اعتدال و توازن کے ساتھ انجام دینا ہے۔ اور اپنا اجر صرف اپنے رب سے حاصل کرنے کی آرزو کے ساتھ انجام دینا ہے۔ اس سے ہمارے کام میں برکت اور جدوجہد کو نصرت نصیب ہو گی۔

اس کام کو انجام دینے کے لیے یہ بات بھی سمجھنا بہت ضروری ہے کہ عالم اسباب میں ہماری کامیابی کا انحصار عوام کی بیداری، عوام کی تائید، عوامی دباؤ اور آخر کار ان کے انتخابی تعاون پر ہے۔ اس لیے ہر مرحلے پر اور ہر لمحہ ہماری کوشش تحریک کی عوامی اساس کو وسیع کرنے، عوام اور ان کے مقتدر طبقوں کو دعوت کے راستے شریک جدوجہد کرنے، ان کی تربیت اور ان کو اپنے میں سمو لینے کی کوشش ہی ہمارے پروگرام کی اصل اور روح ہے۔

یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس ہدف کا صاف اظہار بانی تحریک نے ۱۹۴۲ کے دربھنگہ کے اجتماع کے موقع پر اپنی اختتامی تقریر میں کیا تھا۔ آج ۵۵ سال کے بعد ہمیں جائزہ لینا ہے کہ ہم اس ہدف سے کتنے قریب آئے ہیں اور ایک نئے عزم کے ساتھ اس ہدف کے حصول کے لیے تن، من، دھن کی بازی لگا دینی ہے۔

> یہ اعتراض بجا ہے کہ کثیر التعداد عوام کو اس نقشے کے مطابق بلند سیرت بنانے کے لیے مدت مدید درکار ہے۔ مگر ہم اپنے انقلابی پروگرام کو عوام کی اصلاح کے انتظار میں ملتوی کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارے پیش نظر صرف یہ نقشہ ہے کہ عوام کی سربراہ کاری کے لیے ایک ایسی مختصر جماعت فراہم کر لی جائے جس کا ایک ایک فرد اپنے بلند کردار کی جاذبیت سے ایک ایک علاقے کے عوام کو سنبھال سکے۔ اس کی ذات عوام کا مرقع بن جائے اور کسی مصنوعی کوشش کے بغیر بالکل فطری طریقے سے عوام کی لیڈرشپ کا منصب اسے حاصل ہو جائے۔ مگر صرف مرجعیت سے بھی کام نہیں چل سکتا۔ اس سے کام لینے کے لیے دماغی صلاحیتیں بھی ہونی چاہییں۔ تاکہ ان مرکزی شخصیتوں کے ذریعے سے عوام کی قوتیں مجتمع اور منظم ہو کر اسلامی انقلاب کی راہ میں صرف ہوں"۔ (روداد جماعت اسلامی، حصہ اول، ص ۹۹)

اسی طرح ۱۹۴۶ میں دارالاسلام میں منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بانی تحریک نے فرمایا:

"پانچواں کام یہ سامنے ہے کہ رائے عام کو جذب کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر منظم کوشش کی

جائے--- ضروری نہیں کہ عوام پورے کے پورے ہمارے رکن بن جائیں۔ ہمارے مدعا کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ باشندگان ملک کی ایک کثیر تعداد حق کو حق مان لے، ہمارے مقصد کی صحت کی معترف ہو جائے اور ہمارا اخلاقی اثر اس پر قائم ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آگے چل کر ہم جو قدم اٹھائیں گے اس میں عوام کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہوں گی"۔ (روداد جماعت اسلامی، حصہ دوم، ص ۴۵)

اس کے لیے جس حکیمانہ طریق کار کی تلقین جماعت کی قیادت نے کی تھی اس کی تذکیر کی بھی ضرورت ہے۔

"اپنی جماعت کے لٹریچر میں سے آسان آسان چیزیں سبقاً سبقاً پڑھائی جائیں اور اس دوران میں نہ صرف اپنے خیالات سے ان کے ذہن کو متاثر کیا جائے بلکہ ان کے ساتھ مساوات، ہمدردی، اخوت اور عالی ظرفی کا ایسا برتاؤ کیا جائے جس سے ان کے دل مسخر ہو جائیں۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہونے کی کوشش کیجیے۔ ان کی ہر مصیبت اور تکلیف میں ممکن ہو تو عملاً کام آیئے ورنہ کم از کم ہمدردی کا اظہار کیجیے۔ اپنے طرز عمل سے ان پر ثابت کر دیجیے کہ آپ کسی قسم کے امتیازات کے قائل نہیں ہیں۔ پڑھے لکھے اور اونچے طبقوں میں جھوٹا فخر پایا جاتا ہے، اس کا کوئی شائبہ آپ کے اندر نہ پایا جائے۔ اس کے ساتھ بہت مخلصانہ طریقے سے ان کی اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کیجیے۔ ان کے اندر جو "انسان" سو رہا ہے، جسے معاشی خستہ حالی نے، جہالت نے، سوسائٹی کی اخلاقی اور ذہنی پستی نے سلا دیا ہے، اسے جگایئے اور ان کے اندر اس انسانی عظمت کا شعور پیدا کیجیے جس کی بنیاد اسلام اور ایمان پر قائم ہو۔ پھر یہ بات بھی ان کے ذہن نشین کیجیے کہ ان کی تمام معاشی مشکلات اور ان کے ان تمام دکھوں کا جو موجودہ تمدن نے پیدا کر دیے ہیں صرف ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زندگی کا نظام خالص اسلامی بنیادوں پر قائم ہو"۔ (روداد جماعت اسلامی، حصہ سوم، ص ۱۲۴)

اجتماع اسلام آباد سے نیا جذبہ اور نئی امنگ لے کر تحریک کے کارکن اپنے اپنے شہروں اور علاقوں میں واپس آئے ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ اب اس پیغام کو اپنے گرد و پیش بھی پوری قوت اور مستعدی کے ساتھ پھیلائیں اور رائے عامہ کو اتنا بیدار اور منظم کریں کہ باطل کی قوت پراگندہ ہو جائے، اسلام اور غیر اسلام کا ہر ملغوبہ حقارت سے رد کر دیا جائے، اسلام کی واضح اور روشن شاہراہ پر چلنے والے ان کے قائد اور رہنما ہوں اور ان کی قیادت میں اسلام کے حیات بخش اور انصاف قائم کرنے والے نظام کو سربلندی حاصل ہو: ع

تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست